مقالات ومضامین

مذہب بیزاری......سامراجی عہد کا ورثہ؟

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

انسانی دنیا پر یورپ کی فکری بالادستی اور سیاسی اقتدار کے عہد سے یورپ کا نظام تعلیم وتربیت چھایا ہوا ہے، فکر وادب، سیاست واقتصادیات کے میدان میں مغربی افکار ونظریات کا غلبہ ہے، مسلمانوں کی متعدد نسلوں نے مغربی دانش گاہوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی جس کی وجہ سے عالم اسلام میں مختلف قسم کے مذاہب فکر، مکاتب خیال اور رجحانات پیدا ہوئے جن کا سرچشمہ مغربی تصورات اور افکار ونظریات تھے،۔افکار ونظریات میں بعض وہ ہیں جو اصل اسلامی مسلمات اور تعلیمات ہیں۔ بعض وہ ہیں جو اصل اسلامی مسلمات اور تعلیمات سے ماخوذ ہیں اور اب وہ مروجہ طرز فکر کا اس طرح حصہ بن گئے ہیں کہ اصل اور نقل کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ بعض افکار مغرب کی زندگی اور ان کی علمی تحقیق اور سیاسی مصالح وتقاضوں سے تعلق رکھتے ہیں۔اس عہد میں بعض تعبیرات واصطلاحات اور الفاظ ومحاورات عوام الناس کی زبان زد ہوکر ان کی زبان کا حصہ بن گئے۔ اسلامی معاشرہ کی عام زندگی میں مغرب سے تعلق کے نتیجے میں بعض ایسے تصورات اور رجحانات پیدا ہوئے جو اسلامی تصور کے خلاف ہیں، جیسے انفرادی زندگی، اجتماعی زندگی کے مقابلے میں اور موقع پرستی وخودغرضی، ایثار وقربانی کے مقابلے میں، مال ودولت کی حرص وہوس، خودداری وقناعت کے مقابلے میں، اعلیٰ طرز زندگی اور معیاری انداز معیشت، غیر ضروری سامان، عیش وعشرت کی چاہت ومحبت معمول اور معتدل زندگی کے مقابلہ میں، یہ صورت حال محض مغربی تہذیب وتمدن اور الحادی و مادی طرز فکر کی یورش وآویزش کا نتیجہ تھی۔

عالم اسلام پر مغربی تہذیب وتمدن کے فکری، عقلی، نفسیاتی اور ذہنی اعتبار سے گہرے اثرات مرتب ہوئے، اس کی وجہ سے عالم اسلام کے طرز فکر اور بعض ان امور کے متعلق نقطۂ نظر میں کافی تبدیلی واقع ہوئی، جن کا زندگی دستورِ زندگی اور انسانی سلوک وکردار، عقیدہ ودین، نظام حکومت اور اخلاق واقدار سے گہرا رشتہ ہے۔

مغربی افکار کے براہ راست اثر انداز ہونے کا یہی نتیجہ تھا کہ دین واخلاق کے بارے میں سلبی موقف

اختیار کیا گیا۔ یورپ کو چونکہ کلیسائی اقتدار کے سخت گیر ٹھیکیداروں کا بہت تلخ تجربہ تھا، نیز وہ دیندار طبقے اور علم و ادب، آزاد تحقیق (Freeinquiry) اور مطالعہ کے علمبرداروں کے درمیان شدید کشمکش کا مشاہدہ بھی کر چکا تھا، یورپ نے ہزار سال کے عہد میں پھیلا ہوا جو تلخ تجربہ کیا تھا، اس میں دینی نقطۂ نظر کے حامل بنیاد پرست، رجعت پسند عناصر، آزادانہ تحقیق ونظر اور آزادانہ بحث ومطالعہ کی راہ میں حائل تھے، وہ زمینداروں، جاگیرداروں اور ظالم و جابر حکمرانوں کی پشت پناہی کرتے تھے، یورپ ایک طویل عرصہ تک ان جاگیرداروں اور ظالم حکمرانوں کے ہاتھوں مذہبی پیشواؤں کے جبر وتشدد کا شکار رہا جس کی وجہ سے آزادانہ تحقیق ومطالعہ اور آزادئ خیال کے حامیوں کے ذہن و دماغ میں مذہب اور مذہب کے حامل عناصر کے بارے میں نہایت گھناؤنا اور غلط تصور بیٹھ گیا۔

لیکن اسلام کا دامن اس طرح کی افراط وتفریط سے پاک ہے، اس نے کبھی بھی علم وادب اور فکر وفن کی راہ میں روڑے نہیں ڈالے، بلکہ اسلام تو علوم ومعارف میں توسیع وترقی کا داعی ہے، علمائے اسلام نے علم وفن کے مختلف شعبوں میں یک رنگی اور وحدت پیدا کی ہے، انہیں کے درمیان سے فلاسفہ اور اطباء اٹھے، انہیں کے درمیان سے ریاضیات وانجینئرنگ کے ماہرین بھی اٹھے اور انہیں کی صف سے میدان سیاست کے شہسوار بھی اٹھے اور علوم نقلیہ کے ترکتاز اور باکمال بھی۔

یہ علماء ومحققین انہی قدیم مدارس کے پروردہ تھے جن سے شریعت کے ماہرین پیدا ہوئے، اور ان میں بعض اہل کمال دونوں علوم عقلیہ ونقلیہ میں کمال رکھتے تھے، ان میں بعض ایسے باکمال علماء تھے جو ایک وقت میں ادیب، شاعر اچھے نثر نگار، فن میں باکمال اور فلسفہ، طب، ہندسہ میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے، فلسفی، محدث، لغوی، فقیہ اور ادیب تھے، اسلام نے علم کے تئیں کسی طرح کا کوئی امتیاز یا منفی رویہ نہیں برتا، اس نے غور وفکر، بحث ونظر اور تحقیق وتدبر کا دائرہ محدود نہیں کیا، اور نہ ہی اس کے دروازے پر پہرہ بٹھایا۔ بلکہ آزادانہ انداز فکر اور روشن اسلوب نظر، اور عقل کی جائز حدوں میں رہ کر اس کی تمام شروط کی رعایت کرتے ہوئے اسے استعمال کرنے کی اجازت دی، حرمت فکر کے تصور کے ساتھ اس بات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اور اسلام میں اس بات کو بڑی اہمیت دی گئی۔

عقل کا دائرہ محدود ہے اور کسی نہ کسی مرحلہ میں اس کو کچھ امور کو مسلمات تسلیم کرنا پڑتا ہے، عام زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ محض عقل کو کسی چیز کے قبول کرنے یا مسترد کرنے کی بنیاد بتانے کے پرجوش داعی اور مبلغ ہیں وہ خود اپنی عام زندگی میں ان ضوابط اور اصولوں کو منطبق نہیں کرتے۔ چنانچہ بہت سے ادباء، اہل قلم دین واخلاق اور روایات واقدار اور معتقدات ورجحانات کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، مگر اس کے ساتھ زندگی کے دیگر شعبوں کا استثناء کرتے ہیں، وہ اپنے ملک کے وضعی قوانین ودستور اور سیاسی نظام کو تنقید کے کٹہرے میں کھڑا نہیں کرتے، اور نہ ہی اسے قبول کرنے یا مسترد کرنے میں عقل کو آڑے آنے دیتے ہیں اور نہ ہی اس میں کسی طرح کے جرح وقدح کی

اجازت دیتے ہیں، یہی لوگ احادیث نبویہ اور آیات قرآنیہ ونصوص شرعیہ نیز سلف صالحین محدثین ومفسرین کی تلاویات وتشریحات کو کھل کر تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور ان نصوص کی عقلی توجیہیں کرتے ہیں اور اگر ان کے فہم و ادراک سے متصادم ہوتو اسے بلا تردد رد کردیتے ہیں۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ انسانی عقل وفہم کے درجات باہم متفاوت اور مختلف ہوتے ہیں، ماحول، حالات، تجربات اور معاشرتی مرتبے اور ذہنی کیفیات کے اعتبار سے بھی انسان کا عقلی ادراک مختلف اور متفاوت ہوتا ہے، اگر تمام معاملات کو صرف عقلِ انسانی پر ہی چھوڑ دیا جائے تو اس سے برآمد ہونے والے نتائج بالکل مختلف ہوں گے، ہر زمانہ، ہر ماحول اور ہر سوسائٹی اور ہر طبقہ کا الگ ایک مستقل دین ہوگا اور اسی عقلی رجحان کی وجہ سے بعض عقلیت پسندوں نے بہت سی احادیث نبویہ کا انکار کیا اور بہت سی قرآنی الفاظ کی نہایت رکیک اور کمزور تاویلیں کی، نیز دیگر دینی اصطلاحات کی عقلی توجیہیں کیں، جو سلف صالحین کی تاویلات وتشریحات سے بالکل جداگانہ اور متغایر تھیں۔

کلیسائی نظام اور علم وادب کے درمیان کشمکش اور حکومت اور کلیسائی اقتدار کے چھا جانے نیز اس کے عہد اقتدار میں سائنس دانوں کی اذیت رسانی کی وجہ سے لادینیت نے جنم لیا، لادینیت کا پہلا نصب العین دین کے رول اور اس کے اثرات کی حد بندی کرنا ہے۔ اور اسے ایک شخصی مسئلہ بنانا ہے جو چند عبادات اور دینی روایات ورسوم کے علاوہ حکومت وسیاست اور اجتماعیت ومعاشرت میں بالکل دخیل نہ ہو، یا اس سے خود اپنے کو الگ کرنا ہے۔

یورپ کے اثر سے عالم اسلام کے بڑے حصے میں سیکولر حکومتیں قائم ہوگئیں اور انہیں کافی مقبولیت وقوت حاصل ہوئی، اسی فلسفہ کی مدد سے یورپ دین کو نظام حکومت سے بے دخل کرنے میں کامیاب ہوگیا اور بعض حکومتیں تو براہ راست دین اور اہل دین کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئیں، کیونکہ انہیں وہ سیکولرازم کا دشمن خیال کرتی تھیں، اسی فکر کے نتیجے میں بہت سے علماء اسلام اسلامی ملکوں میں ابتلا وآزمائش اور دار ورسن کے روح فرسا مرحلے سے گزرے، یہ تکلیف دہ صورت حال تاہنوز قائم ہے۔

مسلم ملکوں میں سرکاری سطح پر لادینیت اختیار کرنے سے عیسائیت اور غیر اسلامی اور غیر دینی نظریات و رجحانات کو فروغ حاصل ہوا، اور ایسے افکار وخیالات کا رواج ہوا جو اسلامی فکر وروح سے متصادم تھے، اباحیت، الحاد، دہریت، نیچریت کا دور دورہ ہوا، ادباء اور اہل فن کھلے عام دین واخلاق پر تنقید کرنے لگے اور اسے حریت فکر کا نام دیا، لیکن یہی ناقدین حکومت پر تنقید کرنے کی جرات نہ کرسکے، اسلام کے بارے میں غیر جانبدارانہ ہونے کی وجہ سے مسلم حکومتوں میں غیر مسلموں کے اثر ورسوخ میں اضافہ ہوا اور مسلمانوں کی طاقت وقوت اکثریت میں ہونے کے باوجود کم ہوئی، بعض حکام کے سر پر سیکولرازم کا بھوت کچھ اس طرح سوار ہوا کہ وہ لفظ ''اسلام'' کے استعمال سے

بھی گریز کرنے لگے اور ہر اس تحریک کو انہوں نے کچلنے کی کوشش کی جو اس کے نام سے معرض وجود میں آئی اور رہی سہی کسر ملک کے دستور اساسی سے اسلام کا نام خارج کر کے پوری کر دی گئی۔

سیکولرازم کو آج کل دین و اخلاق اور دین کے علمبرداروں اور اس کے داعیوں کے خلاف بطور ہتھیار استعمال کیا جا رہا ہے، دینی رجحانات وخیالات کے حامل افراد کو روزگار کے مواقع سے محروم اور اہم سرکاری عہدوں اور حساس مراکز خصوصاً ذرائع ابلاغ، تعلیم و تربیت اور تہذیب وثقافت کے میدانوں سے دور کیا جا رہا ہے اس سلسلے میں صرف انہیں افراد پر انحصار کیا جا رہا ہے جنہوں نے دینی تربیت وتعلیم سے بے گانہ حلقوں میں شعور کی آنکھ کھولی ہو، یا ان کی نشو ونما اور ذہنی وفکری تربیت، غیر اسلامی ماحول میں ہوئی ہو، یا وہ اس کے بارے میں معاندانہ رویہ اپناتے ہوں۔

بعض ملکوں میں اسلام دشمن عناصر کے اثرات میں دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے، جو قوم و وطن کے لیے اپنے دل میں کوئی ہمدردانہ جذبہ نہیں رکھتے اور نہ ہی اس کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی تڑپ ہے۔ ان کا حوصلہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ وہ مسلم اکثریت کے دینی رجحانات ونظریات کی سرکوبی کرنے اور ان کے جذبات سے کھلواڑ کرنے سے باز نہیں آتے، اگر کوئی غیرت مند مسلمان اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے، تو اسے دہشت گردی اور تشدد پسندی کا نام دیا جاتا ہے۔

اسلامی تحریکوں پر پابندی لگائی جاتی ہے اور دوسری طرف اسلام کے خلاف تشدد استعمال کرنے والوں کو کھلی چھوٹ دی جاتی ہے، اپنے سامراجی مقاصد کے حصول کے لیے دہشت گردی کا جو ہوّا کھڑا کیا گیا ہے یہ ممالک آنکھ بند کر کے اس کا ساتھ دے رہے ہیں، لیکن یہ صورت حال غیر فطری اور غیر منطقی ہے، کیوں کہ ملک کے عوام کے جذبات کو زیادہ دنوں تک دبایا نہیں جاسکتا اور وطنی اور قومی تقاضوں کو غیر ملکی مفاد کا تابع نہیں بنایا جاسکتا۔

☆☆☆